جہاں آرا بیگم

۱۰۲۳ھ — ۱۰۹۲ھ

ہندوستان کی تاریخ میں عزت وعظمت کے اعتبار سے شاید ہی کسی شہزادی کا وہ مقام ومرتبہ رہا ہو جو شاہجہاں کی چہیتی شہزادی جہاں آرا بیگم کا تھا۔ وہ حسن وحیا، نیکی وشرافت اور ایثار وقربانی کا عجیب وغریب مرقع تھی۔ مورخین اس کی صورت وسیرت کا خوب راگ الاپتے ہیں۔

عبدالحمید لاہوری نے "بادشاہ نامہ" محمد صالح کنبوہ نے عمل صالح اور محمد ساقی مستعد خان نے مآثر عالمگیری میں اس کی دانشمندی، تدبر، روشن دماغی، اعلیٰ ظرفی اور اس کے جود وسخا کا خوب گن گایا ہے۔ نیز برنیر اور بیل نے بھی اس کی نفاست ونزاکت، شائستگی اور اس کے سلیقہ کی تعریف کا پل باندھا ہے۔

جہاں آرا بیگم شاہ جہاں اور ممتاز محل کی سب سے بڑی شہزادی تھی جو ۲۱ صفر ۱۰۲۳ھ مطابق ۲۳ مارچ ۱۶۱۴ء کو جنم لی۔

جہاں آرا سیاسی واقعات کے لیے بھی اپنے دور میں بہت نمایاں رہی۔ وہ ممتاز محل

* عزیز الرحمان چمپارنی۔

Scanned with OKEN Scanner

کی گود' نور جہاں کی صحبت اور شاہ جہاں کے عہد کی اعلیٰ علمی فضا میں رہ کر علم و فضل کے لحاظ سے بھی مشہور ہوئی۔ اپنی ماں کے انتقال کے بعد محل میں اسی کا حکم چلتا تھا۔ اور وہ بیگم صاحبہ کے لقب سے پکاری جاتی تھی۔ شاہ جہاں کو اس کی قابلیت اور معاملہ فہمی پر اس قدر اعتماد تھا کہ اکثر امور سلطنت میں وہ اس سے مشورہ کرتا تھا[۱]۔ تسخیر بلخ محمد خان کے شہزادے کے ساتھ ازدواجی رشتہ کی بنا پر اسی کے مشورہ سے ہوا تھا۔ اور شاہی دسترخوان اسی کی دیکھ ریکھ میں سجایا جاتا تھا۔

جہاں آرا نے بچپن میں ستی النساء خانم سے تعلیم حاصل کی' جو حافظ تھی اور زبان دانی' ادب شناسی' علم قرأت اور تجوید میں امتیازی حیثیت رکھتی تھی۔ جہاں آرا بیگم نے اسی خاتون کی صحبت میں رہ کر قرأت و تجوید سیکھی[۲]۔ جب وہ ۲۶ سال کی تھی تو اس نے ۱۶۴۰ء میں "مونس الارواح" کتاب لکھی جس میں انہوں نے خواجہ معین الدین چشتی' خواجہ قطب الدین بختیار کاکی' شیخ فرید الدین گنج شکر' حضرت نظام الدین اولیا' و شیخ حمید الدین ناگوری کے حالات زندگی اور تبلیغی کارناموں کو قلمبند کیا۔ انہوں نے "صاحبیہ" ۱۹ ورق پر مشتمل لکھا۔ جس میں انہوں نے اپنے پیر و مرشد ملا شاہ قادری بدخشی اور اپنی آپ بیتی بیان کی ہے۔ اس کا اردو متن مکتبہ ڈار ممبئی سے شایع ہوا ہے[۳]۔

جہاں آرا نے مونس الارواح نہایت ہی ادب کے ساتھ فارسی میں لکھی ہے:

"احوال این بزرگان را کہ مقربان درگاہ صمدیت انداز کتب و رسایل معتبرہ

۱۔ THOMAS WILLIAM BEALE: ORIENTAL BIOYRAPHICAL DICTIONARY, LONDON, 1894, NEW YEARK, P-189-190
DICTIONARY OF INDIAN HISTORY, NEWYEAR, 1967—P-480-481
S.BHATTA CHARYA

۲۔ مآثر الکرام جلد دوم۔ ص ۹۱-۹۲

۳۔ اورنیٹل کالج میگزین' لاہور' اگست ۱۹۳۷ء

با احتیاط تمام بیرون آوردہ بقید تحریر آوردہ شد واعتقاد این ضعیفہ آنچہ درین رسالہ ثبت گردیدہ صحت تمام دارد۔ امید کہ خوانندگان رافیض و بھرۂ تمام ازان حاصل آید۔

این کتاب مستطاب شریف ومنیف را کہ این حقیرہ احوال باکمال سعادت اشتمال حضرت پیردستگیرؒ را از کتب ورسایل معتبرہ حسب المقدور بھم رسانیدہ نذر آنحضرت کردم کہ ھمیشہ در روضۂ متبرکہ ومنورہ بودہ باشد۔ کمال اخلاص وعقیدت مندی این فقیرہ را بران داشت کہ مختصری از احوال حضرت پیردستگیر وخلفای بزرگ آنحضرت راروح اللہ ارواحھم تحریر نماید۔

امیدوار است کہ ھرکسی برکشتی ارادت چشتیان نشنید۔ اللہ سبحانہ وتعالی اورا از تلاطم امواج بحر عصیان نجات بخشیدہ بہ ساحل مراد رساند"[1]

جہاں آرا شاعرہ بھی تھی، مونس الارواح میں جا بجا اس کے اشعار درج ہیں:

آنجا کہ کمال کبریای تو بود
عالم نمی از بحر عطای تو بود

مارا چہ حمد وثنای تو بود
ھم حمد وثنای تو سزای تو بود

ای بہ وصف بیان ما ھمہ ہیچ
ھمہ آن تو آن ما ھمہ ہیچ

---

[1] مونس الارواح، ص ۱۷-۸۷، اعظم گڈھ۔

ای بادشاہ عالم و ای قبلۂ جہاں
بکشای چشم رحمت و بر حال من نگر

تا لم چنین ز غصہ و بادم بود بدست
سوزم چو شمع در غم و دودم رود ز سر

کلمات الشعرا میں جہاں آرا بیگم کی علمی فیاضی کی ایک اور مثال درج ہے۔ مرزا حسن بیگ رفیع قزوینی جو شاہ جہاں کے دربار کا ایک معزز منصبدار اور شاعر تھا، جس نے شاہ جہان آباد پر ایک مثنوی لکھی۔ اس شہر کے "باغ حیات بخش" کی تعریف میں جو اشعار لکھے گئے وہ جہاں آرا کو بے حد پسند آئے۔ اس کے صلے میں جہاں آرا بیگم نے پانچ سو روپے کا انعام اس کے پاس بھجوائے۔

ید بیضا میں مولانا غلام علی آزاد لکھتے ہیں کہ میرزا محمد علی ماہر نے بیگم صاحبہ کی مدح میں ایک مثنوی لکھ کر پیش کیا، جس کے صلے میں جہاں آرا نے اسکو پانچ سو روپے انعام دیا۔

جہاں آرا کے علمی مشاغل میں زیادہ تر صوفیائے کرام کے ملفوظات کا مطالعہ ہی رہا کرتا تھا۔ "این ضعیفہ راضیہ از ادای فرض و واجبات و تلاوت قرآن مجید ہیچ امری شریفتر از ذکر حالات و مقامات اولیای کرام قدس اللہ اسرارہم نمی داند۔ بنا بران خلاصۂ اوقات خود را بہ مطالعہ کتب و رسایل کہ مشتمل بر احوال سعادت مآل بزرگان دین و اکابر صاحب یقین است صرف می نماید۔

(مونس الارواح ۔ ص ۱۸)

هر چه بیند خیال ما همه هیچ
هر چه گوید زبان ما همه هیچ

ما بکنه حقیقت نرسیم
ای یقین و گمان ما همه هیچ

چند اشعار صاحبیہ سے:

شوق تو مرا در بر می گیرد و می مالد
هر لحظہ و هر لمحہ این ذوق تو می مالد

پیر من و خدای من دین من و پناه من
نیست کسی بغیر تو شاه من و اله من

ای شاه ز یک نظر کردی کارم
شاباش تبو چه خوشنودی یارم

دریاب رهی کو چہ آن ملا شاه
کو هست خزینہ دار توحید الله

بر قول منشی سیل چند مولف تاریخ آگرہ اس نے مرثیہ بھی لکھا ہے۔ جو اس نے اپنے والد ماجد کی وفات کے موقع پر کہا تھا:

ای آفتاب من کہ شدی غائب از نظر
آیا شب فراق ترا هم بود سحر

جہاں آرا کی علم پروری اور اس کے ساتھ مذہبیت کا ایک ثبوت یہ بھی ہے کہ آگرہ کی جامع مسجد (۱۶۴۳) ملا شاہ بدخشی کی جامع مسجد (۱۶۵۱) دالان بیگمی اجمیر شریف ۱۰۵۳ھ محل جہاں آرا آگرہ (۱۵۶۶) اور مقبرہ خود اسی کی یادگار ہے۔

اس میں شک نہیں کہ جہاں آرا زبردست عزت و امتیاز کی ملکہ تھی۔ ایک طرف وہ حسن و جمال میں بے نظیر تھی تو دوسری طرف وہ اچھی خوبیوں سے مالا مال تھی۔ ساتھ ہی ساتھ وہ سیاسی شعور اور فلسفیانہ خیال کی مالک تھی۔ شاہجہاں کے مزاج میں تو وہ دخیل تھی ہی ساتھ ہی اورنگزیب کو مشورہ دیتے وقت بھی نہایت صفائی اور جرأت سے کام لیتی تھی۔ چنانچہ جب عالمگیر نے ۲۱ اپریل ۱۶۷۹ء کو از سر نو جزیہ جاری کیا تو بقول منوچی اس وقت جہاں آرا نے اس نفاذ پالیسی پر سختی سے انگلی اٹھائی تھی۔ اور اسے سلطنت و رعایا دونوں کے مفاد کے خلاف قرار دیا تھا[1]

درحقیقت اس زمانے کی اور بعد کی تاریخوں میں جتنی تعریف جہاں آرا کی گئی ہے کسی مغل شہزادی کی نہیں کی گئی۔ دارا شکوہ کو شاہجہاں کا منظور نظر بنانے میں جہاں آرا کا ہی ہاتھ تھا۔ اس کی چھوٹی بہن روشن آرا بیگم جہاں آرا سے جلتی تھی۔ اور شاہ جہاں کو تخت سے محروم کرنے کی سازش میں عملی طور پر شریک تھی۔ تحریری دستاویز و خطوط کے مطابق جہاں آرا نے باپ بیٹے میں ناکام مصالحت کی کوشش کی۔ اور بالآخر بیگم صاحبہ نے اس بیٹے کے لیے معافی نامہ لکھوا ہی لیا جس نے باپ کے ساتھ انتہائی ظالمانہ برتاؤ کیا تھا۔ قید میں جہاں آرا نے اپنی مرضی سے اورنگزیب کے خلاف دارا کا ساتھ دیا کیونکہ وہ بڑا بھائی تھا۔ اس لیے وہ اصولاً خلف اکبر

---

[1] جہاں آرا بیگم ـ ص ۵۶ ـ ضیاء الدین احمد برنی ـ دہلی ـ اور

N-MANUCHI – STORIE DO MOGOR. TRW – IRVINE, LONDON, 1907

Scanned with OKEN Scanner

کا مستحق تھا۔

تمام سیاسی اور سرکاری خط و کتابت اسی کے قلم سے نکلتی تھی۔[1] عزت و عظمت اور جاہ و حشمت کے اعتبار سے وہ جتنی خوش نصیب تھی۔ مصائب و الام، بے بسی و بیچارگی کے اعتبار سے بھی اتنی ہی بدنصیب بھی تھی۔ اس کا دل اگر محبت کی ناکامی سے داغدار تھا تو بدن آگ سے جل جانے کے سبب المیہ آثار تھا۔ قسمت کی اس دوہری ضرب کے بعد اس نے اپنے باپ کا دکھ بھی دیکھا جس کی وہ بے حد آؤ بھگت کرتی تھی۔ اور جس نے تخت و تاج سے محروم ہوکر قلع کی قید میں جون ۱۶۵۸۔۱۶۶۶ تک یعنی ۷ برس کی اذیت کے بعد ایڑیاں رگڑ رگڑ کر بیٹی کے سامنے ۳۱ جنوری ۱۶۶۶ء کو جان دیدیا۔

جہاں آرا نے چہیتے بھائی دارا کے یتیم بچوں کو پالنے کی ذمہ داری بھی نبھائی تھی۔ وہ اولین مغل شہزادی تھی جو کسی پیر کے حلقۂ ارادت میں شامل ہوئی۔ خواجہ معین الدین چشتیؒ کی زیارت کے وقت اس کے قلم سے عقیدت کے جو موتی ٹپکے ہیں وہ اس وقت تک ممکن نہیں جب تک دل درد کے ہاتھوں مجروح نہ ہو جائے۔ اور پورا وجود دردمندی کی آگ میں تپ کر کندن بن نہ جائے۔ جب وہ حضرت پیر دستگیرؒ کے مزار مبارک پر زیارت کے واسطے گئی تو وہاں پر انہوں نے جن تاثرات کو مونس الارواح میں قلمبند کیا ہے ان سے بھی اس کی والہانہ عقیدت مندی کا اظہار ہوتا ہے۔ "می گوید فقیرہ فقیرہ جہاں آرا کہ چون از یاوری بخت و فیروزی طالع از دار الخلافہ اکبر آباد در خدمت والد بزرگوار خود متوجہ خطۂ پاک حضرت اجمیر بی نظیر شدم از تاریخ ھیجدھم ماہ شعبان المعظم سنۃ یکھزار و پنجاہ سنۃ ھجری تا تاریخ جمعہ ھفتم ماہ رمضان المبارک کہ داخل عمارات کنار تال و انا ساگر گشتم موفق شدم باین معنی کہ ھر روز دھر

---

1. ENCYCLOPEDIA OF ISLAM, VOL-II, LONDON, 1935, P.378-379.

منزل دو رکعت نماز نافلہ ادامی کردم۔ و یکبارہ سورہ یاسین یا فاتحہ از کمال اخلاص و عقیدت مندی خواندہ و ثواب آنرا بر روح پر فتوح مطہر منور حضرت پیر دستگیر خواجہ معین الحق نثاری نمودم۔ و چند روز کہ در عمارات مذکورہ توقف واقع شد از نہایت ادب شبہا بر پلنگ نخوابیدم۔ و بطرف روضہ متبرکہ حضرت پیر دستگیر پا دراز نساختم۔ بلکہ پشت آں جانب نہ کردم۔ و روزھا در زیر درختان اگر اختیاری داشتم ہمیشہ در روضہ حضرت کہ عجب گوشہ عافیت است می گذرانیدم من عاشق گوشہ عافیت ہستم بسری بردم و بہ سعادت طواف نیز مشرف می شدم۔ ناچار بہ چشم گریان و دل بریان بہ صد ہزار افسوس ازاں درگاہ رخصت شدہ بخانہ آمدم۔ و تمام شب طرفہ بے قراری در من بود"

(مونس الارواح ص ۲۰-۸۷)

آخر کار جہاں آرا ۷، رمضان ۱۰۹۲ھ ۶-۹-۱۶۸۱ء کو خدا کو پیاری ہوگئی اور وصیت کے مطابق اسے نظام الدین (نئی دہلی) میں حضرت نظام الدین اولیاءؒ کے مزار پر انوار کے ٹھیک جنوبی پائین کے خود ساختہ مقبرہ میں دفن کیا گیا۔ اس کی قبر پر یہ شعر کندہ ہے:

بغیر سبزہ نہ پوشد کسی مزار مرا

کہ قبر پوش غریبان ہمین گیاہ بس است

"اورنگزیب عالمگیر کے ایک فرمان کے مطابق جہاں آرا کے گذرتے سے بخشش احسان اور اخلاق کا دروازہ مقفل ہوگیا۔ اور فیض رسانی کا سرمایہ دنیا سے جاتا رہا"[1]

یدو ناتھ سرکار نے جہاں آرا کو بجا طور پر "ہندوستان کی اینٹی گنی" کے لقب سے یاد کیا ہے۔ تاریخ کے صفحات میں ایسی باکمال المناک ہستیوں کی مثالیں بہت کم ملیں گی۔ جنہیں قدرت کی

[1] ضیاء الدین احمد برنی۔ جہاں آرا بیگم۔ ص ۵۶-۵۷۔ کراچی ۱۹۵۵

طرف سے خوبیاں ہی خوبیاں ودیعت ہوئی ہیں لیکن انہوں نے ساری زندگی اپنی ... قربانی اور اطاعت و خدمت کی طاق پر رکھی ہوئی شمع کی طرح گھل گھل کر گزار دی۔ ایسی [illegible] کے کارنامے کو ایک دم نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ وہ مغل شہزادیوں میں پہلی شہزادی تھی جس نے "مونس الارواح و صاحبیہ" لکھ کر حضرت پیر دستگیر، اصحاب و ملا شاہ قادری بدخشی کی حالات زندگی اور ان کے کارنامے کو زندہ کیا۔ یقیناً اس کا کارنامہ لوگوں کے لیے مشعل راہ ہے گا۔

هرگز نمیرد آنکه دلش زنده شد بعشق
ثبت است بر جریدهٔ عالم دوام ما

له ماڈرن ریویو، کولکاتہ، ستمبر ۱۹۲۹ء یدو ناتھ سرکار، تاریخ اورنگزیب جلد ۱ — ۵۔

مآخذ

۱۔ یدوناتھ سرکار : تاریخ اورنگزیب ۵ حصہ۔ کولکاتہ ۱۹۲۵ء

۲۔ قانون گو : داراشکوہ' کولکاتہ ۱۹۳۵ء

۳۔ بنارسی پرساد : تاریخ شاہجہاں' الہ آباد۔ ۱۹۳۲ء

۴۔ صباح الدین عبدالرحمان : بزم تیموریہ۔ ۲ حصہ۔ اعظم گڈھ ۱۹۴۸ء

۵۔ ضیاالدین احمد برنی' : جہاں آرا بیگم۔ دہلی وکراچی ۱۹۲۱ — ۱۹۵۵ء

۶۔ محبوب الرحمان کلیم : جہاں آرا بیگم' علی گڈھ ۱۹۱۸ء

۷۔ ظفر قریشی' جہاں آرا بیگم دہلی ۱۹۴۳ء

۸۔ رفعت سروش : جہاں آرا بیگم دہلی ۱۹۷۳ء

۹۔ ANDUES BUTENSCHON: MOGHAL PRINCE JAHAN ARA BEGUM. LONDON - 1931

۱۰۔ THOMES WILLIAM BEALE: ORIENTAL BIOGRAPHICAL DICTIONARY, LONDAN - 1894

۱۱۔ FRANCOIS BERNEIS: TRAVALS IN INDIA, KOLKATA - 1904 -

۱۲۔ N. MANUCHI: STORIA DO MOGOR, TRW. ININE, LONDON - 1907

۱۳۔ محمود علی : مغل شہزادیاں — دہلی ۲۰۰۰

۱۴۔ غلام یزدانی : جہاں آرا' پنجاب ہسٹاریکل سوسائیٹی۔ لاہور ۱۹۱۸

Scanned with OKEN Scanner